13 ۔ حمد

خواجہ الطاف حسین حالؔی

شعر1

قبضہ ہو دلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا

اک بندہ نافرماں ہے حمد سرا تیرا

تشریح:

پالنے والے مجھ جیسا نافرمان بندہ تیری حمد کر رہا ہے تو یہ دلوں پر تیرے قبضے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ جو حقوق اللہ کی ادائیگی میں احتیاط اور ذمہ داری برتتا ہو، اس کا اللہ کی حمد و ثنا کرنا سمجھ میں آتا ہے کہ اس کے ایمان و عمل کا تقاضا ہے کہ وہ بارگاہ خداوندی میں حمد و سرا ہو لیکن وہ شخص جو اس کے فرامین پر عمل نہ کرتا ہو۔ جو من مانی کا قائل ہو۔ جس کے لئے اس کی خواہشات اور اس کی مرضی ہی سب کچھ ہو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کر رہا ہو تو یہ بات سوچنے کی دعوت دیتی ہے۔

عظمت تیری مانے بِن کچھ بَن نہیں آتی یاں

ہیں خیرہ و سرکش بھی دم بھرتے سدا تیرا

خواجہ الطاف حسین حالی کا موقف یہ ہے کہ میں جب اپنے اعمال کو دیکھتا ہوں ان کا تعین کرتا ہوں تو اندازہ ہوتا ہے کہ میں تمہارے احکام کی اطاعت نہیں کر رہا میرا شمار تیرے نافرمان بندوں میں ہوتا ہے، لیکن پھر بھی تیری تعریف میری زبان پر ہے تو یہ تیری قدرت کاملہ کی دلیل ہے کہ میرا ارادہ میرے تابع ہے لیکن میرا دل میری روح تیری بارگاہ میں سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی

مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ بے شک انسان ظالم اور جاہل واقع ہوا ہے ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے

"بے شک انسان جلد باز واقع ہوا ہے" انسان ہے ہی خطا کا پتلا۔

حالی کا موقف یہ ہے کہ میں ذی قار ہوں میں خدا کے احکام پر عمل نہیں کرتا لیکن پھر بھی اس کی تعریف کرتا ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دلوں پر فقط اللہ تعالیٰ ہی کی حکمت ہے۔

شعر2

گو سب سے مقدم ہے حق تیرا ادا کرنا

بندے سے مگر ہو گا حق کیسے ادا تیرا

تشریح:

انسان کے لئے سب سے پہلے اللہ کے حقوق کو ادا کرنا فرض ہے لیکن انسان کمزور واقع ہوا ہے اس سے اللہ کی ان گنت نعمتوں کا شکر ادا کرنا ممکن نہیں۔ اللہ تعالی اگر خالق کائنات ہے تو وہ رب العالمین ہے یعنی سب جہانوں کا پالنے والا، کوئی اپنا ہو یا پرایا، دوست ہو یا دشمن وہ اپنی نعمتوں کے عطا کرنے میں کوئی امتیاز نہیں کرتا

پہنچتا ہے ہر اک مے کش کے آگے دور جام اس کا
کسی کو تشنہ لب رکھتا نہیں ہے لطفِ عام اس کا

وہ ایسا عطا کرنے والا ہے کہ اس سے بعض اوقات مانگنے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی وہ دلوں کے بھید جانتا ہے مانگنے سے پہلے ہی عطا کر دیتا ہے

اس شان کریمی نے ارادوں کو لیا بھانپ
کہنے نہ پایا تھا ابھی حرف دعا میں

حالی کا یہ موقف ہے کہ اللہ تعالی کی ان گنت نعمتیں ہمیں حاصل ہے اور ہم پر لازم ہے کہ ہم ان نعمتوں کا شکر ادا کریں لیکن ہمارے لیے ایسا ممکن نہیں کہ اللہ کے جو حقوق اپنے بندوں پر ہیں انہیں پوری طرح ادا کرنا ممکن نہیں انسان اگر اپنی جان بھی دے دے تو کوئی بڑی بات نہیں کیوں کہ زندگی بھی تو اسی کی عطا کی ہوئی ہے۔

جان دی دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حالی انسانوں کے عجز کا اعتراف کرتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ کا حق ادا کر سکتا ہے تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ انسان عاجز و مجبور ہے اس کی صلاحیتیں محدود ہیں اس کا ظرف محدود ہے وہ چاہے بھی تو احسن طریقے سے اللہ کے حقوق ادا کرنا ممکن نہیں۔

شعر 3

محرم بھی ہے ایسا ہی جیسا کہ ہے نا محرم
کچھ کہہ نہ سکا جس پر یاں بھید کھلا تیرا

تشریح:

پالنے والا جو تجھے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے اس کی حالت بھی ویسی ہے جو تجھے جاننے سے قاصر ہے کیوں کہ جس کسی نے بھی توحید کے راز کو سمجھا وہ اس کا اظہار نہیں کر سکا۔ انسان کی صلاحیتیں محدود ہیں وہ اپنی ان محدود صلاحیتوں کی بناء پر خداوند تعالی کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتا۔

لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ
سو نشانوں میں بے نشاں تو ہے

خداوند تعالی کی ذات ہر جگہ موجود ہے جب کہ انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ہر اس مقام تک پہنچ سکے جہاں اللہ تعالی ہے۔

دوسرا کون ہے جہاں تو ہے
کون جانے تجھے کہاں تو ہے

خواجہ الطاف حسین حالیؔ کا موقف یہ ہے کہ اول تو خدا کو جاننے کا دعوٰی کرنا ہی محل نظر ہے لیکن اگر کسی شخص کو توحید کا کچھ شعور حاصل ہو بھی جائے تو وہ مکمل آگہی نہیں ہو سکتی یہ اسے جاننے کا دعویٰ کرنے والا اور اسے نہ جاننے والا برابر ہو جاتے ہیں کہ جب آپ کچھ محسوس نہ کریں لیکن اپنے احساس کو لفظوں کا روپ نہ دے پائیں اس کا اظہار نہ کر سکیں تو پھر جاننے کا دعویٰ محض دعویٰ رہ جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے ہونے کا احساس تو کیا جا سکتا ہے اس کی نشانیاں اس کے ہونے کا پتہ دیتی ہیں لیکن اسے پہچاننا مخلوق کے بس کی بات نہیں کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ اللہ کو صحیح معنوں میں جانتا ہے یا پہچانتا ہے کیونکہ انسان عاجز و بے بس ہے۔

شعر 4

جچتا نہیں نظروں میں یاں خلعتِ سلطانی
کملی میں مگن اپنی رہتا ہے گدا تیرا

تشریح:

جنہیں خداوند تعالٰی کی طرف سے گدڑی بھی عطا ہو جائے تو وہ بادشاہوں کی طرف سے عطا کیے ہوئے قیمتی ملبوسات کو اہمیت نہیں دیتے انسان چاہتا ہے کہ اسے اختیار واقتدار حاصل ہو لیکن ہر فرد کے لئے اسے حاصل کرنا ممکن نہیں تو پھر ایسے افراد ان لوگوں کی قربت تلاش کرتے ہیں جنہیں اقتدار اور اختیار حاصل ہوتا ہے۔ ماضی میں بادشاہ اقتدار و اختیار کا منبع سمجھا جاتا تھا، چنانچہ لوگ بادشاہ کی قربت حاصل کرنے کی کوشش کرتے اگر کسی کو یہ قربت حاصل ہو جاتی تو بادشاہ اسے خلعت (لباس فاخرہ) عطا کرتا، جسے خلعت ملتا وہ اس پر اتراتا پھرتا، اسے فخر و مباہات کا باعث سمجھتا۔ مولانا حالی کا موقف یہ ہے کہ جو بارگاہ خداوندی کے فقیر ہو جاتے ہیں انہیں اپنی پھٹی پرانی گدڑی میں وہ لطف حاصل ہوتا ہے کہ بادشاہوں کے خلعت انہیں نہیں جچتے۔

وہ جو تیرے فقیر ہوتے ہیں
آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

جس شخص پہ زندگی کی حقیقت واضح ہو جائے تو اس کے لئے زندگی کی آسائشیں بے معنی ہو جاتی ہیں حضرت علی کا ارشاد ہے کہ اس دنیا کی نعمتیں میرے لیے بکری کی چھینک سے بھی کم تر ہیں۔ دنیا کا لفظی معنی ہی ادنی اور گھٹیا چیز کے ہیں۔ جن لوگوں کو چشم بینا حاصل ہو جائے وہ اس دنیا کی آسائشوں کو کوئی وقعت نہیں دیتے۔

ان کی آنکھوں میں شوکت جچتی نہیں کسی کی
آنکھوں میں بس رہا ہے جن کی جلال تیرا

ایسے افراد اپنے بوسیدہ لباس میں بھی خوش و خرم رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ بارگاہ خداوندی سے حاصل ہوا ہے اس جیسا دنیا میں کہیں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

شعر 5

تو ہی نظر آتا ہے ہر شے پہ محیط ان کو
جو رنج و مصیبت میں کرتے ہیں گِلا تیرا

تشریح:

جو لوگ مصیبت میں گرفتار ہونے پر تیری شکایت کرتے ہیں انہیں بھی تو ہی سارے عالم پر چھایا ہوا دکھائی دیتا ہے اور شاید اسی لیے وہ تیرے سے گِلا بھی کرتے ہیں۔انسان فطری طور پر اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتا ہے، اگر ایسا ممکن ہو تو انسان خوش اور راضی رہتا ہے لیکن ہر کام انسان کی مرضی کے مطابق ہو ایسا ممکن نہیں۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ میں نے ارادوں کے ٹوٹنے سے اللہ کو پہچانا ہے۔ جہاں کوئی کام انسان کی مرضی کے مطابق نہ ہو وہاں اللہ کے نیک بندے تو اللہ سے رجوع کرتے ہیں ارشاد خداوندی ہے:

جب اللہ کے شکر گزار بندوں پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

دوسری طرف کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ کی حکمت کو نہیں سمجھتے جو اپنی جلد باز طبیعت کے باعث یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ان کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرنے لگتے ہیں۔

کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے

حالی کا موقف یہ ہے کہ شکوہ کرنے والے افراد کا شکوہ شکایت اپنی جگہ لیکن انہیں بھی ہر طرف خدا ہی محیط نظر آتا ہے، ان کا گلہ و شکوہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی قدرت کاملہ پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی مرضی سے ہو رہا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا کمال ہے کہ شکر کرنے والے ہوں یا شکایت کرنے والے سارے بندے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کا اقرار کرتے ہیں یہ اقرار نہیں تو بلاواسطہ ہوتا ہے اور کہیں بالواسطہ لیکن یہ ممکن نہیں کہ مخلوق اس کے اختیار واقتدار کا اقرار نہ کرے۔

شعر 6

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام، صبا تیری

تشریح:

صبح کی ہوا ہر طرف اللہ کا پیغام لے کر جاری ہے اگر کب تک اس کی خوشبو ہر طرف نہیں پھیلے گی، صبح کے وقت جب ہوا چلتی ہے تو وہ پھولوں کی خوشبو ہر طرف بکھیرتے ہوئے چلتی ہے، حالی کا موقف یہ ہے کہ جس طرح صبا پھولوں کی مہک ہر طرف پہنچا دیتی ہے اسی طرح توحید کا پیغام بھی ہر طرف پھیل کر رہے گا۔

ارشاد ہے کہ:

حق آیا تو باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے ہی کے لئے تھا۔

انسان اگر غور و فکر سے کام لے تو اسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ کائنات بغیر کسی پیدا کرنے والے کے وجود میں نہیں آسکتی یہ دن اور رات کا تبدیل ہونا، سبزے کا اگنا، ہواؤں کا چلنا، موسموں کا بدلنا، فصلوں کا پکنا، ہر چیز اس کے ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب

کون لایا کھینچ کر پچھّم سے بادِ ساز گار
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نورِ آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

جوں جوں انسان قوانین فطرت کو سمجھتا جاتا ہے اس کے لیے اثبات حق کرنا آسان ہوتا جا رہا ہے، حالی کا موقف یہ ہے کہ وہ دن دور نہیں جب ہر طرف حق کا بول بالا ہوگا، توحید کی صدائیں پوری دنیا میں بلند ہو رہی ہوں گی۔ لوگ حقیقی مذہب کو اپنا لیں گے، باطل قوتوں کو شکست فاش ہو گی اور پھولوں کی خوشبو کی طرح ہر طرف توحید کا پیغام پہنچ جائے گا۔

شعر 7

ہر بول ترا دل سے ٹکرا کے گزرتا ہے
کچھ رنگ بیاں حالؔی ہے سب سے جُدا تیرا

تشریح:

حالی تمہاری شاعری کا انداز سب سے مختلف ہے اس لیے تیری ہر بات دل کو چھو لیتی ہے۔ اردو شاعری کی روایت میں خواجہ الطاف حسین حالی کی شاعری وہ سنگ میل ہے جہاں قدیم اور جدید شاعری آپس میں ملتی ہے۔ سر سید احمد خان کے نظریات اور انجمن پنجاب کے شاعروں نے حالی قدیم انداز شاعری سے بے زار کر دیا اور انہوں نے اپنی شاعری کو عصری تقاضوں سے ہم کنار کیا، انہوں نے شاعری کی سادگی، خلوص اور جوش کو ضروری قرار دیا، انہی خصوصیات کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے خود بھی شاعری کی، چنانچہ حقیقت کے قریب ہونے کی بناء پر اور خلوص کی آمیزش کی بناء پر ان کی شاعری کا انداز صرف مختلف نہیں بلکہ دل کو چھو لینے والا ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

حالی تشریح طلب شعر میں تعلّی سے کام لیتے ہیں تعلّی یعنی اپنے آپ کو اعلٰی سمجھنا، شاعری میں تعلّی کو جائز سمجھا جاتا ہے اور میر حالی کی تعلّی، تعلّی محسوس نہیں ہوتی حقیقت حال معلوم ہوتی ہے، کیونکہ حالی کی شاعری چاہے وہ غزل ہو یا نظم اصلاحی شاعری ہو یا ملی و قومی شاعری ان کی شاعری کا ہر انداز منفرد اور پر لطف ہے ان کے یہاں ایک نئے پن کا احساس ہے، جہاں پر تازگی کا احساس ہو وہاں انسان کا قلب و ذہن کھنچتا ہے اور یہ آسان کام نہیں۔

خشک سیروں تنِ شاعر کا لہو ہوتا ہے
تب نظر آتی ہے اک مصرعِ تر کی صورت

حالی نے اپنی شاعری کے ذریعے آنے والی نسلوں کے لیے ایک سمت ایک راستہ متعین کیا ہے کہ وہی شاعری باقی رہے گی جو اپنا تعلق حقیقت اور معروضی سچائی سے جوڑے گی۔